

تعارف کتب

نام کتاب : پیر حسام الدین راشدی اور انکے علمی کارنامے
 مولف : مولانا صباح الدین عبدالرحمن
 ناشر : انسٹیٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز ، کراچی
 صفحات : ۱۱۳
 سال اشاعت : ۱۹۸۳ء

قیمت : مجلد ۲۰ روپیہ ، غیر مجلد ۶۰ روپیہ

زیر نظر کتاب پیر حسام الدین راشدی مرحوم کے یادگاری خطبات کے سلسلے کا دوسرا خطبہ ہے جو مولانا صباح الدین عبدالرحمن مرحوم سابق ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ نے انسٹیٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کراچی میں ۱۹۸۳ء میں دیا تھا۔ اس سلسلے کا پہلا خطبہ مشہور جرمن مستشرق خاتون اینا میری شمل نے دیا تھا جو پہلے ہی طبع ہو چکا ہے۔ پیر صاحب مرحوم مذکورہ انسٹیٹیوٹ کے بانی رکن اور نائب صدر تھے۔ اس خطبہ میں مولانا مرحوم نے پیر صاحب مرحوم کے علمی کارناموں کا اسطرح احاطہ کیا ہے کہ پیر صاحب کی علمی ادبی اور محققانہ شخصیت اس کو پڑھ کر پوری طرح ابھر کر آ جاتی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے ۱۸ ایسی کتابوں پر مختصر تبصرہ کیا ہے جو پیر صاحب

نے خود لکھی تھیں یا ایڈٹ کی تھی جس سے پیر صاحب کے تحقیقی کام کی صحیح تصویر قاری کے سامنے آ جاتی ہے۔

پیر صاحب نے ہماری قومی زبان اردو کی پاکستان میں نشوونما اور ترقی میں بھی نہایت مفید اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کو ایک فعال ادارہ بنانے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس انجمن کے لٹر علمی اور ادبی ذخیروں کی فراہمی، فرهنگ و کتب و جرائد کی تدوین و اشاعت میں بھی انہوں نے اپنے بعض سنجیدہ اور مخلص رفقاء کار کے تعاون سے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اسی طرح انہوں نے اردو ترقی بورڈ اقبال اکیڈمی، اردو لغت بورڈ جیسی انجمنوں میں مؤسس یا رکن کی حیثیت سے شرکت کر کے اردو اور ملک کی دوسری مقامی زبانوں خاص طور سے سندھی کے مابین تاریخی رابطہ اور تعلق کی نشاندہی کر کے ان کے باہمی رشتوں کے فروغ کے لئے انتھک کوششیں کیں۔

پاکستان میں علمی و فنی تحقیق کی نشوونما میں پیر صاحب مرحوم کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف نیشنل میوزیم اور نیشنل لائبریری جیسے اداروں کی تشکیل میں بھرپور حصہ لیا، بلکہ قدیم دستاویزات، نوادرات، آثار قدیم، کتبہ جات، تاریخی خطوط، فرامین اور دوسری تاریخی اسناد کی فراہمی اور انکے تحفظ کیلئے بھی بڑی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے محکمہ آثار قدیمہ، کتب خانوں اور یونیورسٹیوں کے متعلقہ شعبوں اور دوسرے اداروں کے لئے جامع منصوبوں کی تیاری اور ان کو جامہ عمل پہنانے کی خاطر ایک نیا جوش، ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور اس کام کے لئے دستاویزات و مخطوطات اور دیگر نوادرات کی جمع آوری کو عملی بنانے اور کھدائی کے ذریعہ آثار قدیمہ کے جواہر پاروں کے سراغ

لگانے میں براہ راست اور بالواسطہ شرکت کی ، جس سے پاکستان کی تاریخ اور ثقافت کے کچھ نئے افق ابھر کر سامنے آئے ۔

تاریخی نوادرات کی فراہمی کے پیش نظر انہوں نے پاکستان کے علاوہ برصغیر، ایران، افغانستان، ترکی اور وسطی ایشیا (روس) کے اہم مقامات کا تفصیلی دورہ کیا اور وہاں سے نہایت بیش بہا کتب، مخطوطات اور دوسرے نادر علمی ، ادبی ، تاریخی اور ثقافتی نوادرات کو دریافت کر کے ، تاریخی و ادبی اور ثقافتی کتب کی تدوین کے لئے نہایت مفید مواد فراہم کیا ۔ یہ نوادر نہ صرف تاریخ کی بہت اہم گتھیوں کے سلجھانے میں مدد ثابت ہو سکتے ہیں ، بلکہ برصغیر کے مختلف حصوں سے بیرون ملک دوسرے اسلامی مراکز سے تاریخی اور ثقافتی روابط کی نشان دہی اور ان ممالک کے آپس کے رشتوں کی مزید استواری اور استحکام میں بھی مؤثر طور پر مددگار ہو سکتے ہیں ۔

پیر صاحب کے علمی اور ادبی کارناموں کی جو فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گیارہ روز ناموں اور مجلوں کے مدیر ، معاون مدیر یا رکن مشاورتی بورڈ ، چھ انجمنوں کے بانی رکن ، نو انجمنوں کی مجلس حاکمہ کے رکن ، دس سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے رکن ، انجمن پاک روس دوستی کے صدر، پاک ایران ثقافتی انجمن اور ادارہ مطالعات ایشیائے مرکزی و غربی کے نائب صدر ، قومی عجائب گھر اور قومی قدیم اسناد (آرکائیوز) کمیٹی کے چیرمین اور چھ جامعات کی سینٹ یا سنڈیکیٹ وغیرہ کے رکن رہے ہیں ۔

فاضل مصنف نے ۱۸ ایسی کتابوں پر تبصرہ کیا ہے جو پیر صاحب مرحوم نے لکھی یا ایڈٹ کی ہیں ۔ نیز ان کی تحریر کے نمونے اور اس

کی خصوصیات پر بحث کی ہے۔ پیر صاحب مرحوم قدیم کتابوں کا مطالعہ نگاہ عقیدت کے ساتھ نہیں کرتے، بلکہ انتقاد اور بصیرت کے ساتھ کرتے ہیں، بلکہ جہاں ان کی خوبیاں بیان کرتے ہیں، وہاں ان کی خامیوں کی بھی نشان دہی کرتے ہیں۔ وہ کتابوں کو ایڈٹ کرتے وقت ہر توضیح طلب مطلب کی وضاحت کے لئے طویل حواشی لکھتے ہیں جن کو لکھنے کے لئے ان کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابوں سے معلومات اکٹھا کرنی پڑی ہیں۔ اس طرح ان کے حواشی مختلف منابع سے جمع شدہ معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ بن جاتے ہیں۔ گویا ان کے یہاں کتابوں کے ایڈٹ کرنے کا کام تحقیق، تصحیح، تنقیح اور تنقید دوش بدوش چلتے ہیں۔ ان کے علمی کارناموں کی بہترین مثال ان کے تصحیح شدہ مقالات الشعراء، تکملہ مقالات الشعراء، ترخان نامہ، مکلی نامہ، تذکرہ شعرائے کشمیر، تحفۃ الکرام، ہشت بہشت، مثنوی مظہر الآثار اور مثنوی مہر و ماہ جمالی دہلوی ہیں۔

ان کتابوں میں وہ نہ صرف مؤلفین و شعراء و ادباء کے حالات زندگی نادر مآخذ سے اکٹھا کرتے ہیں، بلکہ سلاطین و امرا و مشائخ کے شجرات، کتبہ جات، قطعات تاریخ ولادت و وفات اور دیگر تمام ضروری معلومات نہایت دقت اور کدوکاوش سے بہم پہنچاتے ہیں وہ ایک ماہر آرٹسٹ کی طرح اپنی تالیف و تصنیف و تصحیح شدہ کتاب کو آرٹ کے لحاظ سے بدرجہ اتم مزین و مکمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کوئی دیکھنے والا اس میں کوئی خامی نہ نکال سکے۔ چنانچہ اس کام کو وہ نہایت مہارت، چابک دستی اور استادی سے انجام دیتے ہیں اور اکثر جگہ اس مشکل مہم کو سر کرنے میں پوری طرح کامیاب نظر آتے ہیں۔

بعض جگہ ان کے حواشی اصل کتاب کے متن سے کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہیں جیسے ”مکلی نامہ“ کا اصل متن ۹۲ صفحات پر مشتمل

ہے ، جبکہ انکے حواشی و اضافات ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں ۔ بعض اوقات انکے یہ حواشی اور اضافات اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ علیحدہ کتاب یا کتابوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جیسے ،، تذکرہ شعرای کشمیر،، از محمد اصلح میں ۳۰۵ شعراء کا ذکر تھا، لیکن پیر صاحب مرحوم نے اس پر مزید ۳۱۲ شعراء کا نہایت مفید معلومات کے ساتھ اضافہ کیا ہے ، جس کے نتیجہ میں یہ تذکرہ اب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں علامہ اقبال کے زمانہ تک کے تمام کشمیری شعرائے فارسی کا ذکر اکثر ضروری معلومات اور نمونہ کلام کے ساتھ آ گیا ہے ۔

اس غیر معمولی محنت اور جان فشانی کا اصل سبب یہ ہے کہ پیر صاحب مرحوم کو لیلائے تحقیق سے والہانہ عشق تھا جس کی خاطر وہ قیس وار تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے ۔ اس لحاظ سے ان کے کارنامے ان تمام حضرات کے لئے مشعل راہ ہیں جو تنقید و تحقیق و تصحیح کے خار زار میں قدم رکھنا اور ان دشوار گذار راستوں میں جادہ پیمائی کرنا چاہتے ہیں ۔

مولانا نے کتاب کے ،، تتمہ،، میں ایک نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا خلاصہ یہاں پیش کرنا قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا ۔ مولانا فرماتے ہیں :

،، مگر ایک چیز کھٹکتی ہے جس کا اظہار کیے بغیر رہا نہیں جاتا کہ پیر صاحب کی ساری علمی سرگرمیاں سندھ کے ان قیمتی سرمایوں کے سمیٹنے میں صرف ہوئیں جو فارسی زبان میں ہیں، مگر پاکستان میں فارسی سے بڑی بے رغبتی کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ یہاں کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں فارسی پڑھنے والے طلبہ دکھائی نہیں دیتے، اگر فارسی زبان اس سرزمین میں بھلا دی گئی تو

یہاں کے لوگ اپنے قیمتی ورثہ سے محروم ہو جائیں گے اور پھر پیر صاحب کے سارے علمی کارنامے نقش و نگار طاق نسیاں ہو جائیں گے ”

(ص ۶۷ - ۶۸)

یہ کتاب مولانا صباح الدین مرحوم کی سوانح نگاری و تحقیق و تنقید کی اعلیٰ اور زندہ مثال ہے جس میں انہوں نے پیر راشدی مرحوم کے ادبی اور تحقیقی کارناموں کا جائزہ نہایت دقیقہ رسی اور دیدہ ریزی سے لیا ہے جو ان کی تحقیقی و تنقیدی سنت کا خاصہ ہے۔ امید ہے کہ ہمارے محقق حضرات جو پیر راشدی مرحوم کے کارناموں سے کماحقہ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے۔

علی رضا نقوی